ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

محمد علی صدیقی کا اندازِ نقد

Muhammad Ali Siddiqui's Style of Criticism

ڈاکٹر محمد امجد عابد

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Dr. Muhammad Amjad Abid
Associate Professor, Department of Urdu, University of Education, Lahore

ڈاکٹر فوزیہ شہزادی

اسسٹنٹ پروفیسر اُردو (وزٹنگ)، ڈویژن آف ایجوکیشن، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Dr. Fouzia Shehzadi
Assistant Professor Urdu (Visiting),
Division of Education, University of Education, Lahore

Abstract:

Muhammad Ali Siddiqui is known as a main progressive critic. He gained a reputation as a moderate critic. He adapted himself to the demands of the new age, unlike the progressive critics. He has an accurate sense of both his past and his literary tradition. He is full of contemporary awareness. In his works, he examines literature from every socio-political and economic aspect. He has written on modern topics and pointed out the problems as well as their solutions on both the intellectual and practical level. His favourite topics are modernism, post modernism, civilization and culture. In the article under review, an attempt has been made to evaluate Muhammad Ali Siddiqui's criticism from both theoretical and practical aspects.

Keywords: Muhammad Ali Siddiqui, Criticism, Critic, Modernism, Post Modernism, Culture, Style, Civilization,

کلیدی الفاظ: محمد علی صدیقی، تنقید، نقاد، جدیدیت، مابعد جدیدیت ، ثقافت، اسلوب، تہذیب

ڈاکٹر محمد علی صدیقی (۱۹۳۸ء-۲۰۱۴ء) ایک اہم ترقی پسند نقاد کے طور پر معروف ہیں۔ اس دور میں جب کہ ترقی پسند تنقید اپنا عہد مکمل کر چکی ہے، انھوں نے فکری سطح پر اسے زندہ رکھا ہوا ہے اور اپنے متوازن نکتہ نظر کے سبب ایک اعتدال پسند نقاد کے طور پر شہرت حاصل کی ہے۔ بہ قول ڈاکٹر ضیاالحسن:

> ''ان کی تنقید ان خامیوں سے پاک ہے جس کا شکار ترقی پسند نقاد تحریک کے ابتدائی سالوں میں ہوئے۔ ترقی پسند نقادوں کی ان خامیوں میں نمایاں ترین خامی ان کا کلاسیکی ادب کے بارے میں نقطہ نظر تھی جسے وہ جاگیر داری عہد کی یادگار اور اعلیٰ طبقہ ذہنی نشاط کی پروردہ کہہ کر ردّ کر دیتے تھے۔ انھوں نے ماضی شکنی کی اس مجنونانہ روش کو اختیار نہیں کیا بلکہ ایک متوازن انداز نظر اختیار کیا۔'' ۱

محمد علی صدیقی نے معروف ترقی پسند نقادوں کے برعکس خود کو نئے زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔ ان کے یہاں بعض دیگر ترقی پسند نقادوں کی طرح وہ تعصّب نہیں ملتا جس میں غیر ترقی پسندوں کو سرے سے نظر انداز کر دینے کا رویہ شامل تھا۔ بلکہ انھوں نے دوسرے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ادیبوں اور شاعروں کی بھی کھلے دل سے تحسین کی ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ قدیم کلاسیکل ادب کے جان دار عناصر زندہ روایت کا حصّہ ہوتے ہیں۔ وہ روایت کو رد کرنے کے عمل کو رجعت پسندانہ اور غیر ادبی قرار دیتے ہیں اور اسے ''جھٹلانانہ روش'' قرار دیتے ہیں۔ انھوں نے ترقی پسند روایت کے تعمیری اجزا کو قبول کیا کیونکہ ان سے زندگی میں معنویت پیدا ہوتی ہے۔ زندگی میں تغیرات کی طرح ادبی روایت میں بھی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اور نئے تعمیری اور زندگی کو آگے بڑھانے والے عناصر اس میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد علی صدیقی کی تنقید کا یہ ایک نمایاں پہلو ہے جس کا اعتراف کرتے ہوئے پروفیسر ممتاز حسین لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

''محمد علی صدیقی ان راہ گم کردہ ترقی پسندوں میں نہیں ہیں۔ وہ ایک متوازن ذہن رکھتے ہیں اور کسی قسم کی طفلانہ انتہا پسندی کا شکار نہیں ہیں۔ وہ اپنے ماضی اور اپنی ادبی روایت دونوں کا ایک درست احساس رکھتے ہوئے اپنے معاشرے کو اس کی زبوں حالی سے نکال کر ہر قسم کے استحصال سے پاک ترقی کی سمت لے جانا چاہتے ہیں۔ چناں چہ ان کی اصل وفاداری زندگی کے ساتھ ہے نہ کوئی خالی خولی لفظ کے ساتھ۔'' ۲

محمد علی صدیقی کی پہلی تنقیدی کتاب ''توازن'' کے نام سے ۱۹۷۶ء میں منظرِ عام پر آئی۔ جس پر انھیں پاکستان رائٹرز گلڈ ایوارڈ بھی ملا۔ اس کے بعد ۱۹۸۱ء میں ''نشانات'' شائع ہوئی۔ پھر ۱۹۹۱ء میں ''مضامین'' کے نام سے تنقیدی مضامین کا مجموعہ سامنے آیا۔ اس کے بعد ''اشارات''، ''تلاشِ اقبال''، ''سر سید احمد خاں اور جدت پسندی''، ''جہات''، ''جوش ملیح آبادی ایک مطالعہ''، ''غالب اور آج کا شعور''، ''ادراک''، ''فیض احمد فیض، درد اور درماں کا شاعر''، ''نکات'' اور ''مابعد جدیدیت۔ حقائق و تجزیہ'' شائع ہوئیں۔

محمد علی صدیقی کی تنقید کے اہم موضوعات میں روایت کی حمایت میں، جدیدیت کے مباحث، پاکستانی کلچر اور دیگر ادبی مسائل شامل ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے تخلیقات اور مختلف تخلیق کاروں کو بھی اپنی تنقید کا موضوع بنایا ہے۔ گویا انھوں نے نظری تنقید کے علاوہ عملی تنقید پر بھی قلم اٹھایا۔ جس میں تجزیاتی انداز اختیار کر کے اہم ادیبوں، شاعروں اور ان کی تخلیقات کی قدر و قیمت کا تعین کیا، ان میں ضیا جالندھری، اطہر نفیس اور مجید امجد جیسے غیر ترقی پسند شاعر بھی شامل ہیں۔ انھوں نے غالبؔ اور اقبالؔ کو بھی اپنی تنقید کا موضوع بنایا۔ اگرچہ ترقی پسندوں کی اکثریت اقبالؔ کو فاشٹ قرار دیتی ہے لیکن محمد علی صدیقی اقبال کو ترقی پسند قرار دیتے ہیں اور ان کے یہاں وسعتِ فکری، دنیا بھر کے فکر و فلسفہ سے متاثر ہونے اور اسلام کے بارے میں ان کے جدید نقطہ نظر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس طرح انھوں نے غالبؔ کو اس کی اصل بنیادوں پر سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں ان کی درج ذیل سطور ملاحظہ ہوں:

''غالبؔ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے اسلامی فکر کی تجربیت پسندی اور مغرب کی سائنسی وسعت فکر کے خمیر سے اپنی روایت شکن شاعری کے لیے میدان پیدا کیا...... غالب کی شاعری میں ''آج'' بلکہ ''آئندہ'' کا شعور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہ رویہ ان کے ہم عصروں میں ناپید تھا۔ شاید اسی لیے غالب کے اشعار کے معانی پر ہر نسل اور ہر دور مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جیسے زمانہ خود کو غالب کے اشعار کے قالب میں ڈھال رہا ہو۔'' ۳

محمد علی صدیقی عام طور پر ادب کا جائزہ سماجی، سیاسی اور معاشی پس منظر میں لیتے ہیں۔ مثلاً پریم چند کے بارے میں لکھتے ہیں:

''منشی پریم چند نے اُردو افسانے کو عوام دوستی، امن پرستی اور سیاسی آزادی کے تصوّرات دیے۔ انھوں نے افسانہ نگاری کو وسیع تر سماجی تبدیلیوں اور ذہنی تحریکوں کا متحمل بنانے کی بھرپور سعی کی۔'' ۴

محمد علی صدیقی کی عملی تنقید میں جدید دور کے جو ادیب اور شاعر موضوع بنے ہیں۔ ان میں مجاز، ابراہیم جلیس، صبا اکبر آبادی، حمیر ارحمان، حسن عابدی، پیرزادہ قاسم، قمر رئیس، ساجد رشید، شیخ ایاز، عبداللہ حسین، محبوب خزاں، صابر ظفر، امداد نظامی، شاہد نقوی، شوکت صدیقی، جمیلہ ہاشمی، انتظار حسین، غلام عباس، قرۃ العین حیدر، انور سجاد، محمود شام، جون ایلیا، مسعود مفتی، محمد منشا یاد، اسد محمد خاں، رشیدہ رضویہ، طاہرہ اقبال، شہناز شورو، مخدوم محی الدین، منیر نیازی، احمد فراز، صادقین، رضی اختر شوق، پرتو روہیلہ، حسین عابد، مسعود قمر اور جاوید انور شامل ہیں۔

محمد علی صدیقی بنیادی طور پر اپنی نظری تنقید کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ انھوں نے گلوبلائزیشن، ڈبلیو ٹی او اور پوسٹ ماڈرن ازم جیسی مغربی تھیوریوں کا گہرے مطالعے کے بعد تجزیہ کیا اور ان سے اردو دان طبقے کو سب سے پہلے متعارف کرایا۔ اس بارے میں وہ ایک واضح اور ٹھوس نظریہ رکھتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظریہ ہے کہ یہ تمام تھیوریاں اور نظریات ترقی یافتہ ممالک کا پولیٹیکل ایجنڈا ہیں۔ جن کے ذریعے وہ تیسری دنیا کے ترقی پذیر ممالک کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ ہمارے اردو ادیبوں نے یا تو اتنی توجہ سے ان کا مطالعہ نہیں کیا۔ اور محدود نظر رکھنے والے قارئین پر رعب ڈالنے کے لیے انٹرنیٹ کے ذریعے حاصل کیے مواد کا ترجمہ کر دیا ہے یا کسی لالچ میں ان ممالک کے آلہ کار بن کر اپنے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ چناں چہ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اُردو دنیا کو حقائق بتائے جائیں اور ان نظریات کا مثبت انداز سے تجزیہ کیا جائے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی ''مابعد جدیدیت۔ حقائق و تجزیہ'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"ڈاکٹر محمد علی صدیقی ایک عالمی ادیب ہیں کہ ان کی نظر عالمی مسائل اور تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی تحریکوں اور نظریات پر بھی رہتی ہے۔ جن کے اثرات ہمارے قومی مسائل اور قومی زندگی پر یقیناً رونما ہوتے ہیں اور سیاسی و سماجی تبدیلیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ انھوں نے ادبی زندگی میں بالغ نظری اور ترقی پسندی سے اپنے کمٹمنٹ کا ثبوت اپنی ان تحریروں کے ذریعے دیا ہے جن میں انسانیت پر ہونے والے ہر حملے اور امن عالم کو درپیش ہر چیلنج کا بڑی جرأت مندی کے ساتھ جواب دیا گیا ہے۔"۵

محمد علی صدیقی کے دائرہ تنقید میں جدیدیت اور مابعد جدیدیت کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ مابعد جدیدیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مابعد جدیدیت بھی ایک نقطہ نظر ہے خواہ یہ پسِ ساختیات کے ضمنی پہلو کے طور پر سامنے آئے یا جدیدیت کی نفی یا توسیع کے طور پر۔ سوال یہ نہیں ہے کہ مابعد جدیدیت تقاضوں کو درخور اعتناہی سمجھا جائے لیکن یہ مابعد جدیدی تقاضے خالصتاً مابعد صنعتی (Post-Industrial) دور کا مسئلہ ہیں جس کی تجارتی اور صنعتی کارگزاریاں (Operations) مشرق کو اپنی جولاں گاہ ضرور بنا رہی ہیں۔ صرف جولان گاہیں لیکن یہ ہنوز، مشرق کے وسیع و عریض Landscape میں 'جزیروں' کی طرح ہیں چونکہ مشرق اپنے جدید ترین معنیاتی نظام کے لیے اپنی تمام تر جدوجہد کے باوجود مشرق ہے اور رہے گا۔"۶

ان کے نزدیک ترقی پسندی اور جدیدیت ایک ہی بات ہے کیونکہ ترقی پسند نظریہ اپنے اندر جدید معنویت رکھتا ہے۔ وہ دورِ حاضر کے جدیدیت پسندوں کے خلاف ہیں، اس طرح وہ ان نام نہاد ترقی پسندوں سے بھی بے زار نظر آتے ہیں جو ترقی پسندی کے نام پر رجعت پسندی میں مبتلا ہیں اور ان مغربی مفکرین کے پیروکار ہیں جو اصل میں یاسیت پسند ہیں۔ انھوں نے ان مغربی دانشوروں کی قلعی بھی کھولی ہے جو ناامیدی، مایوسی اور بے دلی پیدا کرتے ہیں۔ انھوں نے بڑی خود اعتمادی اور جرأت سے ترقی پسندانہ نظریے اور خیالات کی حمایت کی اور ترقی پسندوں کا اپنے نظریے پر اعتماد بحال کیا۔

ڈاکٹر محمد علی صدیقی نے تہذیب اور کلچر کے حوالے سے بھی اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ اس حوالے سے ان کے مضامین میں "قومی ثقافت کی تلاش میں، ادب اور ثقافت، قومی تشخص اور ثقافت، ثقافت، لوک ورثہ۔۔۔ حقیقت اور سراب اور زبان اور تہذیب" خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے خیال میں ترقی اور کلچر ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔ مگر اس کے لیے قومیت بنیادی شرط ہے ان کا خیال ہے کہ:

"اگر ترقی اور کلچر باہوں میں باہیں ڈالے آگے بڑھ سکتے ہیں تو اس کے لیے قومیت کا خمیر لازم ہے۔ قومیت کے تصور کے بغیر بین الاقوامیت کا تصور ناممکن ہے۔ قوم کے اندرونی اور بیرونی تضادات کو سمجھنا مشکل ہے۔ آج ہمارے لیے سب سے بڑا مسئلہ پاکستانی قومیت کے راستے سے وہ غیر فطری رکاوٹیں ہٹانا ہیں جو ہمیں ترقی کی شاہراہ پر گامزن نہیں ہونے دیتیں۔ ہم ایک خلا میں گرفتار ہیں اور کیا عجب کہ غیر یقینی صورت حال ہماری ثقافتی زندگی پر کیا اثرات مرتب کرے۔ لیکن افراتفری بہر حال افراتفری ہے اور خودی میرے وسوسوں کا جواب ہے۔"۷

پاکستانی کلچر کے حوالے سے محمد علی صدیقی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ہمیں پاکستانی کلچر کو نہ تو محض وادی سندھ کی قدیم تہذیب تک محدود کر دینا چاہیے اور نہ محض مذہب پر اس کی بنیاد رکھنی چاہیے بلکہ یہ دونوں ہی بنیادی عناصر کے طور پر پاکستانی کلچر کا حصہ ہیں۔ کسی ایک کو اختیار کرنے کی صورت میں ہمیں ایک محدود کلچر کا تصور حاصل ہوتا ہے جو پاکستان کے سبھی لوگوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔

بہر حال جدید ترقی پسند نقادوں میں محمد علی صدیقی کی آواز سب سے معتبر اور توانا ہے انھیں ہمارے فکری اور ادبی حلقوں میں جو اعتبار حاصل ہے وہ ان کے ہم عصر کسی دوسرے نقاد کو حاصل نہیں ہوا۔

حوالہ جات:

۱۔ضیاالحسن،ڈاکٹر،اُردو تنقید کا عمرانی دبستان،لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۲۰۰۶ء،ص ۴۷۴

۲۔ممتاز حسین،سات ادیب،مرتبہ: سعید شباب،رحیم یار خان،۱۹۷۶ء،ص ۶۲

۳۔محمد علی صدیقی،ڈاکٹر،غالب اور آج کا شعور، نئی دہلی،ایم آر پبلی کیشن،۲۰۰۶ء،ص ۱۱۱

۴۔ایضاً،ص ۲۷

۵۔جمیل جالبی،ڈاکٹر،دیباچہ مابعد جدیدیت۔حقائق و تجزیہ،از ڈاکٹر محمد علی صدیقی،لاہور، پیس پبلی کیشنز،۲۰۱۴ء،ص ۸

۶۔محمد علی صدیقی،ڈاکٹر،نکات،لاہور، پیس پبلی کیشنز ۲۰۱۳ء،ص ۱۳

۷۔محمد علی صدیقی، قومی ثقافت کی تلاش میں، مضمون مشمولہ: کلچر،منتخب تنقیدی مضامین،مرتبہ: اشتیاق احمد،لاہور،بیت الحکمت، ۲۰۰۷ء،ص ۱۶۹